اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے بیرونی ممالک میں غلبۂ اسلام کی نئی نئی راہیں کھول رہا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ تحریک جدید کے چونتیسویں سال کا اعلان۔
☆ یورپ کی عیسائی دنیا عیسائیت سے نہ صرف بے تعلق بلکہ متنفر ہو چکی ہے۔
☆ پیشگوئیوں کے مطابق اگلے پچیس تیس سال ہمارے لئے بہت نازک ہیں۔
☆ اس زمانہ میں ہماری ترقی کے بہت سے دروازے کھلیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی قربانیوں کو قبول کر کے غیر ممالک میں غلبۂ اسلام کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج میں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرنا چاہتا ہوں یہ آنے والا سال تحریک جدید کا چونتیسواں سال ہوگا۔ دفتر اوّل کے لحاظ سے اور چوبیسواں سال ہوگا دفتر دوم کے لحاظ سے اور تیسرا سال ہوگا دفتر سوم کے لحاظ سے میں نے اپنے سفر کے دوران جہاں یہ مشاہدہ کیا کہ یورپ میں بسنے والی اقوام عیسائیت سے، مذہب سے بے تعلق ہو رہی ہیں وہاں میں نے اس ضرورت کا بھی بڑی شدت کے ساتھ احساس کیا کہ یہ وقت انتہائی قربانیاں دے کر اپنے کام میں وسعت پیدا کرنے اور اپنی کوششوں میں تیزی پیدا کرنے کا ہے عیسائیت سے ان کی بے تعلقی اس بات سے عیاں ہے کہ گلاسگو میں جب ایک صحافی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے ہمارے ملک میں بسنے والوں کو مذہبی لحاظ سے کیسے پایا تو میں نے اسے جواب دیا کہ یہاں کے باشندے عیسائیت میں اب دلچسپی نہیں لے رہے اس پر اس نے سوال کیا کہ آپ نے کس چیز سے یہ استدلال کیا ہے میں اس کے بہت سے جواب دے سکتا تھا لیکن میں وہاں مختصراً جواب دینا چاہتا تھا میں نے انہیں کہا کہ میں نے جس چیز سے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے کہ لنڈن میں بہت سے گرجاؤں کے سامنے ''برائے فروخت'' کے چوکھٹے لگے ہوئے ہیں اور بہت سے گرجا وہاں بک چکے ہیں جہاں شراب خانے بنا دیئے گئے ہیں بہت سے گرجا وہاں بک چکے ہیں جہاں چھوٹی چھوٹی فیکٹریاں قائم ہوگئی ہیں یا کوئی اور کاروبار شروع ہوگیا ہے۔

گرجاؤں کی فروخت اور گرجاؤں کا قابل فروخت ہونا بتاتا ہے کہ آپ کے ملک میں رہنے والے مذہب کی طرف پہلے کی نسبت بہت کم توجہ دے رہے ہیں اس پر اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے اگر گرجا کو مسجد بنا لیا جائے تو اس میں کوئی ہرج تو نہ ہوگا میں نے اسے جواب دیا کہ جہاں تک مسئلے کا

سوال ہے میں اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا کہ کسی گرجا کو مسجد بنا لیا جائے لیکن میں اپنی جماعت کے لئے اسے پسند نہیں کرتا اس لئے کہ ایسا کرنے کے نتیجہ میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پیسے دے گا اور ہم آپ کے ملک میں مساجد خود تعمیر کریں گے سستے گرجے خرید کے انہیں مسجدوں میں تعمیر نہیں کریں گے اور بھی بہت سی باتیں مشاہدہ میں آئیں جن سے میں نے نتیجہ نکالا کہ یورپ کی عیسائی دنیا عیسائیت سے نہ صرف بے تعلق ہو چکی ہے بلکہ متنفر بھی ہو چکی ہے اور اس حد تک وہ گندگی میں مبتلا ہو چکی ہے کہ خود حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پر بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ اس قسم کے ظالمانہ الزام لگا رہی ہے کہ جن کا زبان پر لانا بھی ہمارے لئے مشکل ہے کیونکہ ہم ان کو خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ نبی مانتے ہیں لیکن اب وہ جس گندگی میں مبتلا ہیں انہوں نے یہاں تک کہ ان کے پادریوں نے بھی علی الاعلان یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی (نعوذ باللہ) اسی گندگی میں مبتلا تھے اور گندے اخلاق ان میں پائے جاتے تھے۔

پس وہ تختی محبت کی جو ان کے دلوں میں صدیوں سے قائم کی گئی اور قائم رکھی گئی تھی اور اس محبت کو اس انتہاء تک پہنچا دیا گیا تھا کہ ان کے ماننے والے انہیں خدا، خدا کا بیٹا ماننے لگ گئے تھے وہ تختی تو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے صاف کر دی اور یہ قومیں عیسائیت کو عملاً بھی اور عقیدتاً بھی چھوڑ چکی ہیں صرف ایک نام باقی رہ گیا ہے اب تو شاید وہ نام سے بھی انکار کرنا شروع کر دیں۔

ان حالات میں میں نے سوچا کہ جماعت احمدیہ پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قومیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے شیطانی خیالات سے ہمارے لئے آزاد کیا ہے۔ کیا ہم ان تک پہنچ کر اسلام کی حسین تعلیم ان کے دلوں میں بٹھانے میں کامیاب ہوتے ہیں کہ نہیں اور اس کوشش اور جدوجہد کیلئے ان ذمہ داریوں کو ہم نبھاتے ہیں یا نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر عائد کی ہیں اور وہ قربانیاں ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کے لئے تیار ہیں یا نہیں جو آج کی اسلامی ضرورت کا تقاضا ہے تو جیسا کہ میں نے ان قوموں کو ان الفاظ میں انذار کیا تھا کہ پیشگوئیوں کے مطابق اگلے پچیس تیس سال تمہارے لئے بہت نازک ہیں اگر تم اپنے اللہ کی طرف، اپنے ربّ کی طرف رجوع نہیں کرو گے تو جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے تمہاری قومیں تباہ ہو جائیں گی اور اس دنیا سے مٹا دی جائیں گی ویسا ہی ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم

آج کی ضرورت کو سمجھنے لگیں یہ پچیس تیس سال ہمارے لئے بھی بڑے اہم ہیں کیونکہ ایک موقعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے ان ممالک میں اسلام کو پھیلانے اور اسلام کو غالب کرنے کا اگر ہم اپنی سستیوں کے نتیجہ میں اس موقع کو گنوا دیں گے تو ایک تو شاید (خدا نہ کرے) غلبہ اسلام میں التواء ہو جائے غالب تو ہوگا اسلام کیونکہ خدا کا وعدہ ہے یہ ضرور پورا ہوگا لیکن ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کے نتیجہ میں التواء کا خطرہ ضرور موجود ہے۔ تو ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہئے اور اپنے کاموں میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ہمیں بین الاقوامی بلند سطح پر سوچنا چاہئے اسلام کے لئے اپنے اللہ کے لئے کہ اس کی محبت اور توحید کو ہم کس طرح دنیا میں قائم کر سکتے ہیں۔ یہ کام حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک جدید کے ذریعہ لینا شروع کیا تھا۔

تحریک جدید جب شروع ہوئی تو اس کا ایک ہی دفتر تھا جماعت کو اس وقت اللہ تعالیٰ نے بڑی توفیق دی جتنی مالی قربانی کا مطالبہ تھا اس سے قریباً چار گنا زیادہ مال پہلے سال خدا تعالیٰ کے ان بندوں نے اپنے امام کو پیش کر دیا تھا دنیا میں اسلام کی تبلیغ کے لئے پھر ضرورتیں بڑھتی چلی گئیں نئی نئی جگہوں پر مبلغ بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اس کے لئے آدمی تیار کرنے ہوتے تھے خرچ برداشت کرنا پڑتا تھا تب وہاں جا کر تبلیغ کا کام شروع کر سکتے تھے اور جماعت کے مخلصین نے ضرورت کے مطابق مالی قربانیاں دیں اور بہت حد تک شروع میں تو شاید جتنی ضرورت تھی اس حد تک مالی قربانی دی اور تحریک جدید کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے ملکوں میں تبلیغی مشن قائم کر دیئے لیکن جوں جوں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر نازل ہوتی رہی ہماری ضرورتیں بڑھتی چلی گئیں۔ نئے سے نئے میدان کامیابیوں کے ہمارے سامنے کھلتے رہے اور ان میدانوں کو فتح کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شکر ادا کرنا جو ہمارا فرض تھا وہ ہم نے اس زمانہ میں ادا کیا۔ اس وقت جماعت نے جو قربانیاں دیں اللہ تعالیٰ انہیں قبول کرے بہت سے ہیں جنہوں نے قربانیاں دیں وہ اس جہاں سے رخصت ہو چکے ہیں جیسا کہ میں ابھی آگے بتاؤں گا اللہ تعالیٰ مغفرت کی چادر میں لپیٹ کے رضا کی جنت میں انہیں ہر طرح خوش رکھے اور اپنی ان رحمتوں میں انہیں شریک کرے جو بے شمار رنگ میں ہر آن محمد رسول اللہ ﷺ پر کر رہا ہے کیونکہ یہ لوگ بھی آپ صلعم ہی کے غلاموں میں سے ہیں۔

لیکن ہماری مالی قربانیوں کی رفتار اتنی نہیں رہی جتنی کہ ہماری ضرورتوں کے بڑھنے کی رفتار تھی اس وقت جو نقشہ میں آپ کے سامنے تحریک جدید کی مالی قربانیوں کا رکھوں گا اس سے آپ کو یہ بات عیاں ہو جائے گی میں نے سات سات سال کے بعد کے اعداد وشمار دفتر سے حاصل کئے ہیں یعنی جو سال رواں ہے اس سے سات سال پہلے کیا حالات تھے کیا نقشہ تھا چندوں کا، کیا کیفیت تھی پھر اس سے سات سال پہلے کیا کیفیت تھی یعنی اس نقشہ میں دفتر دوم کے چودہ سال ہیں جو ان کی قربانیوں کے سالوں کا قریباً ۲/۳ ہے اور دفتر اوّل کے چودہ سال ہیں جو ان کے تینتیس سالوں میں سے چودہ سال یعنی ۲/۵ کے قریب ہے۔ بہر حال ۵۴-۱۹۵۳ء، ۶۱-۱۹۶۰ء اور ۶۸-۱۹۶۷ء کے اعداد وشمار سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس جہت میں ہماری حرکت ہے اور کیا اگر ہمارا قدم ترقی کی طرف ہے تو اس میں اتنی تیزی پائی جاتی ہے کہ ہماری ضرورتوں کو ہماری رفتار پورا کرنے والی ہو۔ ۱۹۵۳ء میں دفتر اوّل کا چندہ ۲,۴۶,۰۰۰ تھا اور دفتر دوم کا ۱,۱۰,۰۰۰۔ میزان تھی ۳,۵۶,۰۰۰ (میں سینکڑوں کو چھوڑتا ہوں)

۱۹۶۰ء میں دفتر اوّل کی آمد ۵۳ء سے گر گئی اور ۲,۴۶,۰۰۰ سے گر کے ۱,۸۳,۰۰۰ پر پہنچ گئی اور پہنچنی چاہئے تھی کیونکہ اس عرصہ میں ہمارے بہت سے بھائی ہم سے جدا ہو گئے۔

دفتر دوم کی آمد ۱۹۶۰ء میں (۱۹۵۳ء کے مقابلہ میں) بڑھی اور اسے بڑھنا چاہئے تھا اور ۱،۱۰،۰۰۰ سے بڑھ کے ۱،۷۲،۰۰۰ تک پہنچ گئی۔

۶۸-۱۹۶۷ء میں دفتر اوّل کی آمد (۱۹۵۳ء کی ۲,۴۶,۰۰۰ کی آمد کے مقابلہ میں اور ۱۹۶۰ء کی ۱,۸۳,۰۰۰ کی آمد کے مقابلہ میں) صرف ۱,۲۰,۰۰۰ رہ گئی۔

اور دفتر دوم کی آمد ۱۹۶۷ء میں (۱۹۵۳ء کی آمد سے جو ۱,۱۰,۰۰۰ تھی بڑھ کے) ۲,۳۸,۰۰۰ ہو گئی اور ۱۹۶۰ء کی ۱,۷۳,۰۰۰ کی آمد سے بڑھ کے ۲,۳۸,۰۰۰ ہو گئی۔

۵۴-۱۹۵۳ء میں دفتر اوّل کی آمد دفتر دوم کے مقابلہ میں ۱,۳۶,۰۰۰ روپیہ زیادہ تھی ۶۱-۱۹۶۰ء میں دفتر اوّل کی آمد دفتر دوم کی آمد سے صرف ۱۱,۰۰۰ روپیہ زائد تھی اور ۶۸-۱۹۶۷ء میں دفتر اوّل کی آمد دوم کی آمد سے ۱,۱۸,۰۰۰ روپیہ کم تھی جبکہ ۱۹۵۳ء کے بجٹ میں اصل آمد دفتر اوّل کی دفتر دوم کے مقابلہ میں ۱,۳۶,۰۰۰ روپیہ زیادہ تھی ان اعداد وشمار سے یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ جوں

جوں ہمارے دوست اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے اللہ کے حضور پہنچتے رہے۔ دوسری نسل اس خلاء کو پُر کرتی رہی اور آمد میں انہوں نے کوئی کمی نہیں آنے دی۔ لیکن ایک اور چیز جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۶۰ء کی کل آمد جب ہم مقابلہ کرتے ہیں تو اس میں کوئی ترقی نہیں ہوئی کیونکہ ۱۹۵۳ء میں دفتر اوّل اور دفتر دوم کی کل آمد ۳,۵۶,۰۰۰ تھی اور ۱۹۶۰ء میں دفتر اوّل اور دفتر دوم کی کل آمد ۳,۵۵,۰۰۰۔ میں نے سینکڑے چھوڑ دے ہیں یعنی ۱۹۶۰ء میں ایک ہزار سات سو روپیہ کم آمد تھی (۱۹۵۳ء کے مقابلہ میں۔) لیکن ایک ہزار کا کوئی ایسا فرق نہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا قدم نہ آگے بڑھا ان سالوں میں نہ پیچھے ہٹا۔

۱۹۶۷ء کے جو اعداد و شمار میں نے بتائے ہیں وہ وعدوں کے نہیں بلکہ اصل آمد کے ہیں یعنی جو آمد اس وقت تک ہو چکی ہے اور ابھی اس سال کی وصولی کا بہت سا حصہ باقی ہے لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی ہے جو اصل آمد اس وقت تک ہو چکی ہے (مارچ، اپریل تک آمد رہتی ہے) اس کے لحاظ سے بھی ۱۹۶۷ء میں ہماری آمد ہر سہ دفاتر کی ۳,۵۶,۰۰۰ کے مقابلہ پر ۳۷۰۰۰۰ ہو چکی ہے اور ابھی قریباً ایک لاکھ ساٹھ یا ستر ہزار کے وعدے ایسے ہیں جو قابل وصول ہیں اگر ان میں سے ایک بڑی رقم وصول ہو جائے ہونی تو سو فیصدی چاہئے لیکن بعض دفعہ کوئی صاحب فوت ہو جاتے ہیں یا نوکری ان کی چھوٹ جاتی ہے یا کوئی ایسی جائز روک پیدا ہو جاتی ہے اور وہ چندہ ادا نہیں کر سکتے تو اگر اس کو مدنظر بھی رکھا جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ رقم جو ہے وہ اصل آمد ۳,۵۵,۰۰۰ سے بڑھ کے جو ۱۹۶۰ء کی آمد ہے قریباً ۵,۰۰,۰۰۰ روپے تک چلی جائے گی یا اس سے بھی بڑھ جائے گی (۵,۳۵,۰۰۰ کے وعدے ہیں غالباً) جس کا یہ مطلب ہوگا کہ ڈیڑھ لاکھ روپے زیادتی ہوئی لیکن جو عملاً ہمیں ضرورتیں پیش آئی ہیں وہ ڈیڑھ لاکھ روپے سے زیادہ کی تھیں اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا نہ کرتا کہ آپ کی غفلت اور سستی پر پردہ ڈال دے تو ہمارے سارے کام رک جاتے اس لئے کہ اس عرصہ میں بیرون پاکستان میں اتنی مضبوط جماعتیں پیدا ہو گئیں کہ ان میں بہت سی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئیں اور بہت سی ایسی تھیں جنہوں نے بیرون پاکستان مشنز کو امداد دینی شروع کر دی اور اس کے نتیجہ میں ہمارے کام میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ ترقی کی طرف ہمارا قدم بڑھتا چلا گیا لیکن اس کے یہ معنی

نہیں ہیں کہ آپ خوش ہو جائیں کہ ہمیں اب زیادہ قربانیاں دینے کی ضرورت نہیں۔ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ جیسے فکر پیدا ہوئی ہے کہ ہم نے غفلت اور سستی دکھائی اور وہ انعامات جو ہمیں ملنے چاہئیں تھے وہ ہمیں نہیں ملے اور دوسروں نے ہمارے ہاتھ سے چھین لئے۔ اگر ہمیں وہ مل جاتے اور بیرون پاکستان کے بھائی بھی اللہ تعالیٰ کے ان انعامات میں شریک ہوتے تو ہمارے لئے بڑی خوشی کی بات تھی لیکن ہوا یہ کہ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے بڑے انعامات سے نوازا لیکن اس کے مقابلہ میں جو انعامات ہمیں ملنے چاہئیں تھے ہمیں نہیں ملے بیرونی ممالک کے اعداد و شمار صحیح تصویر پیش نہیں کرتے کیونکہ اس میں وہ امداد بھی شامل ہے جو حکومتوں کی طرف سے ہمارے سکولوں کو ملتی ہے اور وہ کافی بڑی رقمیں ہیں۔ مغربی افریقہ میں ہمارے بہت سے سکول ہیں جو امداد لے رہے ہیں یہاں بھی ہمارے کالج اور سکول کو ایڈ ملتی ہے اور وہ ہمارے بجٹ میں شامل ہوتی ہے وہاں چونکہ کثرت سے سکول ہیں حکومت کی طرف سے جو امداد ملتی ہے وہ ہمارے بجٹ میں شامل ہو جاتی ہے کل چونکہ دفاتر میں چھٹی تھی تفصیل میں حاصل نہیں کر سکا اس چیز کو بے شک مدنظر رکھیں لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ بیرون پاکستان کی آمد ہمارے دلوں میں تشویش پیدا کرنے والی ہے اس لئے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا قدم اس تیزی سے آگے نہیں بڑھا جس تیزی سے ہمارا قدم آگے بڑھنا چاہئے تھا اور اس کے نتیجہ میں ہم اللہ تعالیٰ کے بہت سے ان انعامات سے محروم ہو گئے جو اللہ تعالیٰ ہمیں دینا چاہتا تھا۔

بیرونی ممالک کا نقشہ یہ ہے ۱۹۵۳ء میں تحریک جدید کی آمد ۴۲۰۰۰۰ تھی اس میں سکولوں کو جو امداد ملی شامل ہے۔ ۱۹۶۰ء میں بیرونی ممالک کی آمد ۱۳,۶۳,۰۰۰ ہے یعنی چار سال میں ۴,۲۰,۰۰۰ سے بڑھ کر ۱۳,۶۳,۰۰۰ روپیہ ہو گئی اور ۶۸۔۱۹۶۷ء میں جو سال رواں ہے اس میں بیرونی ممالک کی اصل آمد دفتر بند ہونے کی وجہ سے مل نہیں سکی لیکن جو بجٹ ہے وہ تیس لاکھ بہتر ہزار کا ۳۰,۷۲,۰۰۰۔ یعنی ۱۳,۶۳,۰۰۰ ۱۹۶۰ء کے بجٹ اور آمد کے مقابلہ میں ۱۹۶۷ء میں بیرونی ممالک کا بجٹ ۳۰,۰۰۰۰۰ (تیس لاکھ) ہو گیا ہے اور ۱۹۵۳ء میں جو بجٹ صرف ۴,۲۰,۰۰۰ کا تھا۔ ۱۹۶۷ء میں وہ بجٹ ۳۰,۰۰,۰۰۰ روپیہ کا ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چودہ سالوں میں قریباً ساڑھے سات گنا یعنی قریباً ساڑھے سات سو فی صد ترقی انہوں نے کی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر سال رواں کا بجٹ ہم

سامنے رکھیں تو ہماری ترقی صرف چالیس فی صدی ہے۔ ہماری یہ ترقی دگنی بھی نہیں ہے اس کے مقابلہ میں بیرونی ممالک کے بجٹ سے جو اندازہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بیرونی ممالک میں اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا فضل کیا ہے کہ ان کی قربانیوں کا مجموعی طور پر جو نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے وہ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۶۷ء کے درمیانی چودہ سال میں ساڑھے سات گنا زیادہ، ساڑھے سات سو فیصدی بڑھ گیا ہے تو جس رفتار سے وہ آگے نکل رہے ہیں اور جس سست رفتار سے ہم آگے بڑھ رہے ہیں جب ان کا ہم مقابلہ کرتے ہیں تو میرے دل میں تشویش پیدا ہوتی ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر مخلص دل میں تشویش پیدا ہوگی۔

ہماری مالی قربانیاں اپنی جگہ پر کھڑی ہیں جو قربانیاں ہم اس وقت تک دے چکے ہیں اگر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ دنیا میں ایک تغیر اور ایک تبدیلی پیدا کرے کہ وہ ہمیں کہنے لگیں کہ آؤ ہمیں اسلام سکھاؤ اور ہم کہیں کہ ہمارے پاس تو آدمی نہیں ہمارے پاس تو پیسہ نہیں ہمارے پاس تو ذرائع نہیں کہ ہم تم تک پہنچیں اور تمہیں اسلام سکھائیں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ساری عمر کام کرتے رہے اور جب پھل لگنے کا وقت آیا تو تھک کے بیٹھ گئے کہ ہم میں اب سکت نہیں کہ اپنی محبت کا پھل جو محض اللہ کے فضل سے ہمیں ملنے والا ہے ہم اسے توڑیں اور اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ میں نے ابھی بتایا ہے کہ پچیس تیس سال جہاں ان اقوام کے لئے بڑے نازک ہیں ہمارے لئے بھی یہ سال بڑے نازک ہیں۔

یہ زمانہ ہمارے لئے انتہائی نازک ہے اس لئے کہ اس زمانہ میں ہماری ترقی کے بہت سے دروازے کھل رہے ہیں اور کھلیں گے انشاء اللہ۔ اگر ہم اپنی غفلت اور سستی کے نتیجہ میں ان دروازوں میں داخل نہ ہوں تو بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو ہم حاصل کریں اللہ تعالیٰ کے غضب کے مورد ہم بن سکتے ہیں۔ پس خوف کا مقام ہے ہمیں سوچنا چاہئے ہمیں ڈرنا چاہئے بدنتائج سے اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہئے ہمیں ان فضلوں کو دیکھنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ ہم پر کر رہا ہے اور اس فضل کے نتیجہ میں ہماری ترقیات کے نئے سے نئے دروازے اور نئی سے نئی راہیں ہم پر کھول رہا ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اب ہم سے آگے نہیں بڑھا جاتا تو یاد رکھو کہ اسلام کے فدائی آگے تو ضرور بڑھیں گے مگر وہ کوئی اور قوم ہوگی جسے اللہ تعالیٰ کھڑا کرے گا اور وہ ان راہوں پر ان کو چلائے گا مگر میں پوچھتا ہوں آپ کیوں نہیں؟؟؟ آپ نے جن میں سے بعض نے تنتیس سال تک ان میدانوں میں قربانیاں دیں۔ جن میں

سے بعض نے تئیس سال تک ان میدانوں میں قربانیاں دی ہیں۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی قربانیوں کو قبول کر کے غیر ممالک میں غلبہ اسلام کے سامان پیدا کر دیئے ہیں اور اللہ اور محمد ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کو یہ آواز دیتے ہیں کہ آؤ آگے بڑھو غلبہ اسلام کے سامان پیدا کر دئے گئے ہیں مزید قربانیاں دو تا کہ اسلام کی فتح تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور آپ یہ کہیں کہ ہم تھک گئے ہیں اب یہ فتوحات ہماری اگلی نسلیں دیکھ لیں ہم نہیں دیکھنا چاہتے کیا یہ جذبہ درست اور معقول ہوگا؟ کیا آپ اسے پسند کریں گے؟ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کسی صورت میں بھی اس چیز کو پسند کریں۔

پس میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں بڑے درد کے ساتھ اور بڑے زور کے ساتھ یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہم پہ اس رنگ میں نازل کیں کہ ہماری قربانیوں کو قبول کیا آسمان سے فرشتوں کو نازل کیا دلوں سے عیسائیت کو مٹا دیا اور ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ اگر ہم اپنی کوششوں کو اور اپنے عملوں کو اور اپنی محنتوں کو اور اپنی تدابیر کو اور اپنی جدوجہد کو اور مجاہدہ کو تیز سے تیز تر کر دیں تو خدا ایسا کر سکتا ہے اور ہر ایک کے دل میں یہ خواہش ہے کہ خدا ایسا کرے کہ ہم زندگیوں میں اسلام کو ساری دنیا میں غالب ہوتا دیکھ لیں۔

پس قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن خرید وفروخت بھی فائدہ نہیں دیتی کسی دوست کی دوستی فائدہ نہیں پہنچاتی کوئی شفاعت کرنے والا پاس نہیں آتا۔ ایسے آدمی کے پاس نہیں آتا جس نے اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس سے یہ وعدہ کیا ہو کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے لیکن جب دین کی آواز اُٹھے تو وہ کہے کہ دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں دین کی ضرورتوں کو کیسے پورا کریں۔ ایسے لوگوں کو اس دن نہ کوئی سودا نفع دے سکتا ہے نہ کوئی دوستی نفع پہنچا سکتی ہے نہ کوئی شفاعت کرنے والا انہیں میسر آسکتا ہے۔ جیسا کہ بڑی وضاحت سے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

اس دن سے قبل اپنے ربّ کی رضاء کو ڈھونڈتے ہوئے اور اس کو پانے کے لئے ان قربانیوں کو اس کے قدموں پہ جا کر رکھو کہ جن کا وہ آج مطالبہ کر رہا ہے۔ جن کا مطالبہ آج وقت کی ضرورت کر رہی ہے۔ جن کا مطالبہ آج یورپین اور دوسری دنیا کی اقوام کے حالات کر رہے ہیں اگلے پچیس تیس سال کے اندر ہمیں انتہائی کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ان دلوں کو جن میں مسیح علیہ السلام کی محبت ختم ہو چکی ہے اپنے ربّ

کے لئے جیت لیں اور پھر خدا کرے کہ ہمارے سکھانے سے اور بتانے سے انہیں اللہ تعالیٰ کا عرفان اور معرفت حاصل ہو اور ان دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے۔ تب خدا ہمیں بڑے پیار سے یہ کہے کہ یہ میرے پیارے بندے ہیں جنہوں نے دنیا کی ہر مصیبت اُٹھا کر ہر قربانی دے کر ان اقوام کے دلوں میں میری محبت کو پیدا کیا تھا میں سب سے زیادہ ان سے محبت کروں گا۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(مطبوعہ الفضل مورخہ ۳؍نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۵)

☆......☆......☆